مقالات

تالیف: محدث العصر الاستاذ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ تعالیٰ ترجمہ: شبیر احمد نورانی

احکام الجنائز

استاذ ناصر الدین البانی علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کا اسلوب تحریر اور طرز استدلال صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مبنی ہے اور یہی مسلک اہل حدیث کا طرۂ امتیاز ہے۔ زیر نظر مقالہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔
اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہدایت اور ثابت قدمی عطا فرمائے آمین!

واجبات مریض:

مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ہر مریض کے لیے انتہائی ضروری ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے، تقدیر پر صبر کرے اور اپنے رب کے بارے میں حسن ظن رکھے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مومن کا معاملہ بھی خوب ہے، اس کے لیے ہر حال میں بہتری ہے اور یہ مومن کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں۔ اگر خوشی ملے، شکر کرتا ہے تو اس کے لیے بہتر، اگر تکلیف ہو، صبر کرتا ہے تو اس کے لیے بہتر!"

(صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلہ خیر)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:
"تم میں سے جو کوئی اس دنیا سے رخصت ہو وہ اپنے اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھے" (صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت)

۲- خدا کی سزا کا خوف اور اس کی رحمت کی امید بیک وقت اس کے دل میں موجود ہو۔

اس کی بنیاد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث ہے :

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس آتے جبکہ وہ اس دُنیا سے رخصت ہو رہا تھا۔ آپؐ نے سوال فرمایا: "تم کیسے ہو؟" اس نے جواباً کہا، "اے اللہ کے رسولؐ، بخدا، اللہ تعالیٰ سے امید بھی ہے ---- اور اپنے گناہوں کا ڈر بھی!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس بندے کے دل میں یہ صورت پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی آرزو پوری کر دیتا ہے اور ڈر سے نجات دے دیتا ہے"۔

(جامع الترمذی، کتاب الجنائز حدیث ۹۰۲ از تحفۃ الاحوذی ج ۲)

۳- مرض خواہ کتنا ہی بڑھ جائے موت کی تمنا ہرگز جائز نہیں!

حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کو سخت تکلیف تھی ۔ حضرت عباس رضؓ موت کی تمنا کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مخاطب ہو کر فرمایا "اے چچا! موت کی تمنا نہ کیجئے کیونکہ اگر آپ نیک ہوں پھر آپکو موقع مل جائے، تو اپنی نیکیوں میں اضافہ کر لیں گے، یہ آپ کے لیے بہتر ہے اگر آپ میں کوتاہی ہو اور آپ کو موقع مل جاتے تو توبہ کر لیں، یہ بھی آپ کے لیے بہتر ہے، چنانچہ آپ موت کی تمنا ہرگز نہ کریں"۔

(مستدرک الحاکم ۳۳۹/۱)

اور بخاری و مسلم میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ ہے :

"اور اگر انتہائی ضرورت کے طور پر موت کی تمنا ناگزیر ہو جاتے تو یوں دُعا کرے:

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ"

"اے اللہ اجب تک زندگی میں میرے لیے بہتری ہے تو زندہ رکھ۔ اور

جب موت میں میرے لیے بھلائی ہو تو مجھے موت عطا کر دے۔" (صحیح البخاری، کتاب المرضیٰ والطب، باب تمنی المریض الموت، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب تمنی کراہیۃ الموت)

۴۔ اگر اس کے ذمے حقوق ہوں تو ادا کر دے ورنہ کم از کم ان کی وصیت کر دے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کسی کے ذمے اس کے بھائی کی عزت یا کسی چیز (مال وغیرہ) کا حق ہو وہ آج اس سے خلاصی کر لے، دینار و درہم نہ ہونے کے دن سے پہلے پہلے (قیامت کا دن) اگر اس کے ذمے نیکی ہوگی تو (اس کے ساتھی) کے حق کے لحاظ سے لے لی جاتے گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں بھی نہ ہوں گی تو اس کے ساتھی کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔" (صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب من کانت لہ مظلمۃ الخ)

اسی حکم کی مزید احادیث مندرجہ ذیل مقامات پر ملاحظہ فرمالیں:

ا۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم

ب۔ مستدرک الحاکم، ج ۲ ص ۲۷

ج۔ ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب التشدید فی الدین۔

۴۔ اپنی وصیت کو جلدی سے تیار کر کے اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کوئی مسلمان وصیت کرنا چاہتا ہو تو اس کیلیے جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس حال میں گزار دے، مگر اس کی وصیت تحریری شکل میں اس کے تکیے کے نیچے ہو"

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ۱، صحیح مسلم باب الوصیۃ)

۵۔ اسے ایک تہائی وصیت کرنے کا حق ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس سے کم مقدار کی ہی کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوتے فرمایا:

"ایک تہائی کی وصیت کرو، حالانکہ ایک تہائی بھی بہت ہے!"

(صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث)

۶۔ اس وصیت پر دو مسلم عادل مرد، یا کسی وجہ سے نہ ملنے پر دو غیر مسلم قابلِ اعتماد مرد گواہ ہوں۔

فرمانِ ربّانی ہے:

"اے اہلِ ایمان! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحبِ عدل آدمی گواہ بنائے جائیں۔

یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت آجائے تو غیر مسلموں میں سے ہی دو گواہ لے لیے جائیں۔" (المائدہ، آیت ۱۰۶)

۷۔ والدین اور قریبی رشتہ دار (جو کہ شرعاً وارث ہوں) کے حق میں وصیت جائز نہیں۔" (سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیت للوارث، سنن الترمذی کتاب الوصایا، باب ماجاء لا وصیۃ لوارث)

۸۔ کسی وارث کو بذریعہ وصیت محروم کر دینا یا حصّہ کم کر دینا بھی جائز نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"مردوں کے لیے اس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا، عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ ——— یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حصّہ ہے۔" (سورۃ النساء آیت ۷)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"نہ نقصان دینا ہے اور نہ برداشت کرنا، جس نے کسی کا نقصان کیا اللہ اس کا نقصان کرے گا، اور جس نے تکلیف دی اللہ اسے تکلیف دے گا۔" (سنن دارقطنی)

۱۰۔ ظالمانہ وصیت ناقابلِ عمل ہے:

ایک آدمی نے مرتے وقت اپنے چھ کے چھ غلام آزاد کر دیے، دیہات سے اس کے ورثاء آئے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے فعل سے آگاہ کیا، آپ نے فرمایا: "کیا واقعۃً اس نے اس طرح ہی کیا ہے؟ اگر ہمیں علم ہوتا تو ان شاء اللہ اس پر جنازہ نہ پڑھتے!" راوی کہتا ہے: "پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا پھر دو کو آزاد کر دیا اور باقی چار کو غلامی میں پلٹا دیا۔" (مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب ۱۲)

۱۱۔ اس دور میں لوگ بدعتوں اور خلافِ شریعت کاموں کے عادی ہو گئے ہیں، تو مرنے والے کو چاہیے کہ اپنی تجہیز و تکفین کے ہر پہلو کے بارے میں وصیت کر کے جائے، تاکہ ورثاء کم از کم

وصیت کا لحاظ کرتے ہوتے ہی غلط رسم ورواج سے پرہیز کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے اہل ایمان اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔" (سورۃ التحریم آیت ۶)

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بڑی احتیاط سے کام لیتے ہوئے وفات سے پہلے اپنے بارے میں واضح الفاظ میں وصیت فرمادی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض وفات میں یہ وصیت فرمائی کہ میرے لیے لحد بنائی جائے اور اسے کچی اینٹوں سے بند کیا جائے، جیساکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنائی گئی تھی۔"

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اللحد)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرب وفات، مندرجہ ذیل وصیت فرمائی:

۱۔ میرا جنازہ تیز تیز لے کر چلنا۔

۲۔ میرے پیچھے خوشبو دار دھونی نہ ہو۔

۳۔ لحد پر کوئی ایسی چیز نہ رکھنا جو کہ میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو۔

۴۔ میری قبر پر کوئی تعمیر نہ کی جائے۔

۵۔ مزید تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں منہ نوچنے والی، مصیبت پر واویلا کرنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بے زار ہوں۔

ساتھی پوچھنے لگے، "کیا آپ نے اس بابت کچھ سنا ہے؟ کہنے لگے۔ "ہاں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔" (مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۷)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جب میں مرجاؤں تو میرے بارے میں کسی کو تکلیف نہ دینا، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ نعی[1] کے حکم میں نہ آجائے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعی سے روکا ہے۔" (سنن الترمذی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی کراہیۃ النعی)

(جاری ہے)

[1] نعی کے معنی ہیں شہرت کی غرض سے اعلانِ وفات! اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آئے گی۔ ان شاء اللہ (مترجم)